قسط:۱۰

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

بلی ماراں کے جلسہ احرار پر پولیس کا لاٹھی چارج:

اسی طرح کا ایک جلسہ ہمارے محلّہ بلی ماراں میں بھی تھا۔ جس کو اُس وقت کے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر ٹیل نے اشک آور گیس اور لاٹھی چارج کے ذریعے درہم برہم کر دیا تھا۔ یہ انگریز ایس۔ پی یقیناً وہی تھا جس نے ۱۹۳۹ء کی تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ کے دوران ملتان کے جلسۂ عام میں شورش کاشمیری کو دوران جلسہ تقریر کرتے ہوئے زدوکوب کر کے سٹیج سے گرفتار کیا تھا۔ یہ لاٹھی چارج بھی انتہائی شدید تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ لوگ بے چارے جوتے اور قمیص اتارے ہوئے دریوں پر بڑے آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ جی ابھی جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ علاّمہ انور صابری سٹیج پر اپنی نظم پڑھ رہے تھے کہ پولیس نے بغیر وارننگ دیے اچانک لاٹھی چارج کر دیا۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگے۔ کئی افراد زخمی ہو گئے۔ جس کی جہاں پناہ ملی اُس جگہ کو غنیمت سمجھ کر وہیں دبک گیا۔ میں بھی ایک مکان کی سیڑھیوں میں پناہ گزیں ہوا۔ سیڑھیوں کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ وہیں علاّمہ صابری مجھ سے پہلے موجود تھے۔ موٹے جسم کے آدمی اوپر سے گرمی بے تحاشا علاّمہ صاحب کا سانس اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ تمام لوگوں کو بڑی آسانی سے آواز سنائی دی رہی تھی۔ بہر حال پولیس جب اپنا کام کر کے وہاں سے چلی گئی تو ہم لوگ وہاں سے سیدھے کوچہ رحمان کے اس مکان پر پہنچے جہاں امیرِ شریعت قیام پذیر تھے۔ وہاں پر موجود تمام احرار رہنماؤں کو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ جلسہ پولیس کے تشدّد کی نذر ہو چکا ہے۔ میرے بعد جلد ہی علاّمہ انور صابری بھی اسی مکان پر تشریف لائے ہانپتے کانپتے ہوئے۔ سانس پھول رہی تھی۔ گرمی سے برا حال تھا شاہ جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''مروادیا شاہ جی آج تو آپ نے واقعی مروادیا۔ اتنا شدید لاٹھی چارج تھا کہ خدا کی پناہ۔ ظالموں کو ذرا ترس نہیں آیا۔ نہ جانے کتنے لوگ زخمی ہو گئے ہیں۔ آپ تو غالباً پہلے ہی بھانپ گئے تھے۔ اسی لیے جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے۔''

شاہ جی انور صابری کی اس تقریر پر مسکرا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے: ''احرار کے جلسوں میں نظمیں پڑھتے ہو، تو ذرا ہمّت سے کام لو ہمارے ساتھ تو نہ جانے کب سے یہ کام ہو رہا ہے، اور نہ جانے کب تک ہوتا رہے گا۔''

سرخ قمیص انگریز دشمنی کی علامت ہے:

ہم جلسہ کے درہم برہم ہونے کے بعد کافی دیر تک شاہ جی کے پاس اُس مکان میں محوِ گفتگو رہے اور بہت سے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ میرے والدِ محترم نذیر مجیدی بھی جلسہ کے بعد وہیں پہنچ گئے، جب بھی ہم دونوں باپ بیٹے اٹھ کر جانے لگتے تو وہاں موجود لوگ ہمیں روک لیتے تھے کہ باہر پولیس والے سرگرمِ کار ہیں۔ گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور بعض لوگ

پکڑ لیے گئے ہیں لہٰذا کچھ دیر اور رُک جاؤ۔ ہم پھر بیٹھ جاتے لیکن آخر جب رات ڈھل گئی تو مجھے والد صاحب نے کہا'' کہ آؤ اب چلیں'' کوچہ رحمان سے ہمارا گھر کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن حالات کی کشیدگی کی وجہ سے ایک ان جانا سا خوف میرے دل و دماغ میں ضرور موجود تھا۔ میں ساتویں جماعت کا طالب علم بھلا کتنا بہادر ہو سکتا تھا؟ جب ہم باپ بیٹا دونوں مکان سے باہر آئے تو راہ میں ایک آدمی سامنے آتا دکھائی دیا۔ جس نے ہمارے قریب آتے ہی میرے والد صاحب سے کہا:

'' بچے کو سرخ قمیص پہنا کر کہاں لیے جا رہے ہو؟ پولیس والے تو سرخ قمیص والوں کو تلاش کر رہے ہیں کیا بچے کو گرفتار کروانے کا ارادہ ہے۔''

میں ڈر کر رک گیا۔ فوراً اباجی سے کہا کہ اباجی ''میں سرخ قمیص اتار دوں'' والد صاحب کا جواب آج بھی میرے دل و دماغ میں موجود ہے فرمانے لگے:

'' بیٹے یا تو سرخ قمیص پہنتے نہیں ہیں کیونکہ یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے سرخ قمیص اب انگریز دشمنی کی علامت بن چکا ہے۔ اس لیے اگر ایک مرتبہ پہن لی جائے تو پھر اسے اُتارتے نہیں۔ لہٰذا اب خواہ کچھ ہو جائے تم اسے نہیں اتار سکتے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اور چلو۔''

چنانچہ ہم پولیس والوں بچ بچا کر بخیریت اپنے گھر پہنچ گئے۔ لیکن میں نے یہ سرخ قمیص نہ اس وقت اتاری نہ اس کے بعد۔ اس لیے بھی کہ میں آج بھی مجلس احرارِ اسلام سے اسی طرح وابستہ ہوں جیسے کہ اپنے بچپن میں تھا۔ بلکہ اب میں زیادہ پختگی کے ساتھ اپنے اس مؤقف پر قائم ہوں کہ مجلس احرار اسلام کی یہ تحریک برصغیر کی وہ پہلی اسلامی انقلابی جماعت ہے جس نے بڑی بہادری کے ساتھ اپنی لڑائی لڑی۔ اس کے دو بڑے محاذ تھے ایک جنگ آزادی اور دوسرا احیائے اسلام، یعنی حکومتِ الٰہیہ۔ ملک کی دو سرمایہ دار جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ نے اسی لیے جماعت احرار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی کہ دونوں نہ ہی تو اسلام چاہتے تھے اور نہ ہی غریبوں کے مسائل کا حل۔ عرصہ گزر گیا آج بھی ملک کے رؤسا اور اُمراء مجلسِ احرار کے وجود کو برداشت نہیں کرتے اس کے باوجود احرار اپنے مؤقف پر قائم ہیں اور پہلے کی طرح ہی پُرعزم ہیں اور اپنے عمل سے اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ:

ہے ناؤ شکستہ سی اور بادِ مخالف بھی
پر عزم جواں اپنا آئے تو بھنور آئے

احرار رہنماؤں کے درمیاں:

ایک دن میں کوچہ رحمان کے اسی مکان میں موجود تھا۔ اس وقت احرار کابینہ کے تمام مقتدر رہنما میرے سامنے موجود تھے۔ جن میں شیخ حُسام الدینؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے علاوہ آج ایک اور شخصیت بھی تھی۔ جو میں نے پہلی دفعہ اس مکان میں دیکھی۔ حالانکہ میں وہاں روزانہ ہی آتا تھا۔ اور وہ تھے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ کیا پُر رعب شخصیت تھی۔ عینک کے بھاری شیشوں کے نیچے سے دو بڑی متحرک عقابی آنکھیں اتنی پُر ہول تھیں کہ دیکھنے والے پر ایک رعب سا طاری ہوتا تھا۔ میں تو انہیں دیکھ کر کچھ خوف زدہ سا ہو گیا تھا۔ یہ سب

رہنما ایک دائرے میں بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ماحول جذبۂ یگانگت سے سرشار انتہائی دوستانہ اور بے تکلف تھا۔ ان کی پیار و محبت کی باتوں سے میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ لوگ کس قدر ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور ان کے درمیان یہ محبت کی دوستی کتنی پُر بہار اور پُر کیف ہے کہ دیکھنے والے کا دل بھی محبت کے اس ماحول سے خوشی سے دمک اٹھتا ہے۔

اتنے میں ایک شخص تحفتاً کچھ خربوزے لے کر آیا۔ خربوزے شاید اس کے اپنے کھیت کے تھے۔ اور تھے بھی اعلیٰ قسم کے۔ اُس نے ایک ایک خربوزہ سب احرار رہنماؤں کے آگے رکھ دیا۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے خربوزے کو کاٹا اور کھانا شروع کیا۔ آغا شورش کاشمیری نے جب اپنا خربوزہ کھانا شروع کیا تو میں بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ آغا صاحب کے چہرے کے تأثرات کچھ خوش کن نہ تھے۔ شاید ان کا خربوزہ کچھ میٹھا نہ تھا۔ اسی دوران جب حضرت امیر شریعت نے اپنا خربوزہ کھانا شروع کیا تو آپ نے چکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی تعریف اپنے الفاظ میں شروع کر دی۔ شورش کاشمیری فوراً بھانپ گئے کہ شاہ جی کا خربوزہ بہتر ہے۔ خوشبو سے سارا کمرہ معطر ہو رہا تھا۔ جب شاہ جی نے اپنے خربوزے کی تعریف کی تو آغا صاحب اپنے خربوزہ کی تعریف میں بڑے خوبصورت الفاظ سے کام لیا۔ واہ کیسا میٹھا ہے اور کیا عجیب اس کی خوشبو ہے اس کے ساتھ ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے خربوزہ کو اٹھا کر امیرِ شریعت کے آگے رکھ دیا اور اُن کا خربوزہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہوئے۔ اب جو شاہ جی نے شورش والے خربوزہ کو کھانا شروع کیا تو فوراً سمجھ گئے کہ کیا ہوا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شاہ جی کے منہ کے ساتھ خربوزے کی پھانک لگی ہوئی تھی اور شاہ کی آنکھیں شورش کے چہرے پر تھیں۔ وہ پنجابی میں شورش کو کہہ رہے تھے:

''پتّر پیو نال وی دالا گیاں ہیں ناں'' (بیٹے باپ کے ساتھ بھی داؤ کھیل گئے ہو ناں)

شاہ جی کا یہ کہنا تھا کہ شورش کھلکھلا کر ہنس پڑا جس کے ساتھ ہی دوستوں کی یہ محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ اب سوچتا ہوں کہ یہ سب کتنے عظیم لوگ تھے اور یہ کیسی محفلیں تھیں، آپس میں کس قدر شیر و شکر اور دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار، یقیناً جو لوگ آپس میں محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہی کفار کے خلاف مقابلے میں سخت جان ثابت ہوتے ہیں۔ اکابر احرار ''اشداء علی الکفار رحماء بینہم'' کی عملی تفسیر تھے۔

جس سے جگر لالہ میں ہو ٹھنڈک وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

اب میں جب اُن محفلوں کو اپنے ذہن کی سکرین پر دیکھتا ہوں تو دفعتاً میرے لب میرا اپنا یہ شعر میرے جذبات کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے:

دھڑکن بنی ہوئی ہے دلِ بے قرار کی
وابستہ اپنی یادیں ہیں جن محفلوں کے ساتھ

اسی طرح ایک دوسرے روز کی بات ہے کہ ہم سب اسی مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آغا شورش مرحوم نے شاہ جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا کہ ''چلو شاہ جی چلیں'' دو تین بار اُن کے یہ کہنے پر شاہ جی نے کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن جب شورش صاحب کا تقاضہ شدت اختیار کر گیا تو شاہ جی نے کہا ''کہ اچھا بھائی چلتے ہیں'' محسوس یہ ہو رہا تھا کہ

جہاں شاہ جی کو آغا مرحوم لے جانا چاہتے تھے وہاں جانے کے لیے شاہ جی ذہنی طور پر تیار نہ تھے اور مجبوراً ''ہاں'' کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد شورش نے یہ بھی کہا کہ ملاقات کا وقت قریب آ رہا ہے اٹھیں اور تیار ہو جائیں۔ شاہ جی اس پر اٹھے اور اپنے موٹے کھدر کی شلوار قمیص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اس گاندھی کی بھی سُن لو۔ لوگوں کو کہتا پھرتا ہے کھدر پہنو اور خود ساری زندگی کھدر کو اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پوری زندگی ململ کی ایک لنگوٹی میں بسر کر دی۔ میری طرف دیکھو پانچ دس سیر کو تو صرف یہ شلوار ہی ہے اور اس سے کم میری قمیص کیا ہوگی۔''

حضرت شاہ جی شلوار قمیص پہن کر شورش کے ساتھ چلے گئے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گاندھی کے ساتھ ملاقات کا کوئی وقت طے ہو چکا تھا اسے ہی ملنے شاہ جی شورش کے ساتھ گئے تھے۔ شورش نے اپنی کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' کے دوسرے ایڈیشن میں بھی اس ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ دونوں گاندھی ہی کو ملنے کے لیے گئے تھے۔

مدنیؒ فارمولا:

دہلی میں جن دنوں مجلس احرارِ اسلام اور جمعیت العلماء ہند کے مشترکہ جلسے ہو رہے تھے۔ غالباً اسی مدنی فارمولے کی حمایت ہی میں ان جلسوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مدنی ''فارمولہ'' جسے ان دونوں جماعتوں کی مشاورت سے تیار کیا گیا تھا کے بارے میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ جب یہ فارمولہ ان دونوں جماعتوں کی طرف سے پنڈت نہرو کو پیش کیا گیا تو اسے مسترد کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے اکابر سے کہا کہ: ''اس سے بہتر تو یہ ہے کہ ہم پاکستان کے فارمولے کو تسلیم کر لیں کیونکہ مدنی فارمولے سے تو ہندوستان کے ہندوؤں کو بہت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔''

شاید گاندھی کے ساتھ ان رہنماؤں کی ملاقات اسی سلسلے کی کڑی ہو۔ دہلی کے یہ متحدہ اجتماعات مدنی ''فارمولے'' کو ہی مؤثر بنانے کے لیے ہی کیے جا رہے تھے۔ یہ وقت ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں اپنی اہمیت کے لحاظ سے بھی اہم بھی تھا اور اس کے ساتھ انتہائی مشکل اور تیز بھی۔ ملک کی سیاسی جماعتیں پہلے سے بہت زیادہ فعال تھیں اور اپنے اپنے مؤقف کے بارے میں بڑی اہم تگ و دو میں مصروف تھیں تاکہ ہندوستان کے مستقبل کو اپنی خواہش کے مطابق اپنے حق میں کر سکیں۔

اردو پارک میں مجلس احرارِ اسلام کا تاریخی جلسہ:

اسی سلسلے میں مجلس احرارِ اسلام کا آخری اور اہم ترین جلسہ دہلی کے اردو پارک میں غالباً اپریل ۱۹۴۶ء کو ہوا تھا۔ اس جلسے کی اہمیت اور حیثیت کا اندازہ آپ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ اس جلسہ میں امیرِ شریعتؒ کی طرف سے کہی گئی باتیں آج حرف بہ حرف صحیح اور درست ثابت ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ ملک کے موجودہ حالات سب کے سامنے ہیں اس پر مزید تبصرہ یا پھر تنقید کی ضرورت نہیں ہے۔ اس تاریخی جلسے میں سب سے اہم تقریر امیرِ شریعت کی ہی تھی۔ اردو پارک کے وسیع و عریض میدان میں شاہی مسجد کے سامنے مشرق کی سمت سٹیج لگایا گیا تھا۔ سٹیج کی پشت پر دہلی کے عظیم الشان لال قلعہ کی عظیم الشان فصیل ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھی۔ لوگوں کا بے مثال اجتماع بلاشبہ انسانوں کا سمندر کہا جا سکتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ جلسہ میری زندگی میں سب سے بڑا جلسہ تھا تو اس میں

کوئی مبالغہ کی بات نہیں ہے۔ تاحدِّ نگاہ انسان ہی انسان تھے جن کو مجلس احرارِ اسلام کے ہزاروں رضا کاروں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا، سٹیج بہت اونچا بڑا وسیع بنایا گیا تھا۔ مجلس احرارِ اسلام کے تمام رہنما سٹیج پر موجود تھے، شیخ حسام الدینؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، شورش کاشمیریؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اگرچہ جماعت چھوڑ چکے تھے تاہم جلسہ سننے کے لیے تشریف لائے اور کبھی کبھی کوچہ رحمان میں احرار اکابر کو ملنے کے لیے بھی تشریف لاتے تھے لیکن یہ سب رہنما ایک عظیم رہنما کا انتظار کر رہے تھے اور وہ تھے امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ شاہ جی سب سے آخر میں تشریف لائے۔ جب آپ اس جلسے میں آئے تو لوگوں کے جذبات دیکھنے والے تھے۔ پورا شہر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ لوگوں کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے۔ احرار رضا کار جو جلسے کے ارد گرد سرخ وردیوں میں ملبوس تھے مستعد ہو گئے۔ پورا مجمع آپ کی آمد پر کھڑا ہو گیا تھا اور امیرِ شریعت کے نعروں سے آپ کا استقبال کر رہا تھا۔ انہی نعروں کی گونج میں ایک اور آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعے گونجی یہ آواز ضیغم احرار شیخ حسام الدین کی تھی جو اس تاریخی جلسے کی نقابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آواز کیا تھی بجلی کا کڑ کا رعد کا لپکا جس نے پورے مجمع کو خاموشی میں تبدیل کر دیا۔ ایک گونج تھی جس نے ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ آپ کہہ رہے تھے:

”میں احرار رضا کاروں کو حکم دیتا ہوں کہ جلسے کے انتظام کے سلسلے میں فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ جس شر پسند کا سر جہاں سے اٹھے اسے وہیں کچل دیا جائے اور ہاں یاد رہے کہ کلہاڑی سیدھی پڑنی چاہیے حالات کا میں خود ذمہ دار ہوں گا۔“

اس اعلان نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی۔ ایسا معلوم ہوا کہ اعلان اپنا کام کر گیا، ہر ایک سہم گیا کہ نہ جانے کیا ہو گا۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ شاہ جی تقریر کرنے کے لیے اٹھے تو لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمام لوگ درود شریف پڑھیں۔ خود بھی درود شریف پڑھنے لگے اور لوگوں سے بھی پڑھوایا۔ وہ لوگ جو اکثر امیرِ شریعت کے جلسوں میں شامل ہوتے تھے حیران تھے کہ شاہ جی تو خطبہ پڑھ کر تقریر شروع کر دیتے آج کیا بات ہے کہ مسلسل درود شریف خود بھی پڑھ رہے اور لوگوں سے بھی پڑھوا رہے ہیں کہ یک دم آپ نے اس بات کی وضاحت خود کر دی۔ آپ نے کہا:

”جانتے ہو کہ میں نے آج یہ کیوں کیا ہے۔ لاکھوں کا یہ مجمع ہے، کل کو اخباروں میں یہ لکھا ہوا ہونا تھا کہ لاکھوں کا مجمع تو تھا لیکن اس مجمع میں مسلمان کوئی نہیں تھا۔ شاید اب یہ تحریر اخبارات کی زینت نہ بن سکے گی۔ لاکھوں مسلمانوں نے درود خود پڑھا ہے اور اپنے کانوں سے سنا بھی ہے جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اجتماع مسلمانوں کا ہی ہے اور بخاری کی باتیں سننے کے لیے آیا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر کا باقاعدہ آغاز کیا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد پوری رات آپ نے اس عظیم الشان اور تاریخی اجتماع سے خطاب کرنے میں بسر کر دی۔ تقریر کیا تھی شاہ جی کی سیاسی بصیرت، روحانی تصرف کا ایک حسین مرقع جس سے آنے والے حالات کی عکاسی نے سننے والوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ آنے والے ہولناک اور الم ناک خدشات کا اظہار جسے وقت نے درست اور صحیح ثابت کر دیا۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان خدشات میں ایک بات بھی ایسی ہو جو درست ثابت نہ ہوئی۔ بخاری کی کہی ہوئی بات کی تردید ہوئی ہو۔ فقط تائید ہی ہوئی ہے میں خود جلسہ گاہ میں موجود تھا۔ مجھے سٹیج کے ایک کونے میں بڑی اچھی جگہ مل گئی تھی، جہاں سے بیٹھ کر میں پورے جلسہ گاہ کا نظارہ بھی کر رہا تھا اور شاہ جی کو بھی پورے انہماک کے ساتھ سن رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے شاہ جی کا پُر نور چہرہ تھا۔ اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے بالکل قریب بیٹھے تقریر کر رہے ہیں۔ آپ کہہ رہے تھے مجھے پاکستان بن جانے کا ایسے ہی یقین

ہے جیسے اس بات پر کہ صبح کو مشرق سے سورج طلوع ہونے والا ہے۔ لیکن اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے دل و دماغ میں پاکستان کے بارے میں جو خیال ہے وہ آنے والے حالات سے بالکل مختلف ہے، وہ پاکستان کیا ہوگا، اس پر ساری رات آپ نے تقریر فرمائی لوگ سنتے رہے اور سر دُھنتے رہے۔ وہ تاریخی لمحہ گزر گیا لیکن جو باتیں آپ نے فرمائیں وہ ایک ایک ہو کے رہی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جو نتائج سامنے آئے ہیں ان سے شاہ جی کے اُن خدشات کی تائید ہوئی۔ اُن خطرات سے ملک محفوظ نہ رہ سکا جس کا اظہار اُس تاریخی اجلاس میں امیرِ شریعتؒ نے کیا تھا

ہے حقیقت بس وہی جو تو نے کر دی تھی عیاں
اور سب کچھ وقت کی آنکھوں میں تھا مثلِ سراب
تجھ پہ جو الزام تھا رد ہو گیا ہے وقت سے
تیرے نکتہ چیں ہوئے ہیں شرم سے اب، آب آب

اس تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا

بھائی میرے بات لڑنے اور جھگڑنے کی نہیں ہے، سمجھنے اور سمجھانے کی ہے تم ایک ملک پر اسلام کی حکومت کی بات کرتے ہو۔ مجھے تم اس بات کا یقین دلا دو کہ کل کسی گاؤں کے کونے پر اسلام نافذ ہوگا تو میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، وضع قطع، لین دین، شکل و صورت، لباس و معاملات، طور طریقے غرضیکہ کچھ بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ اُن سے کیسے میں یہ توقع رکھوں کہ وہ ایک ملک میں اسلام نافذ کر دیں گے یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب کھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

تم یہ ملک چلاؤ گے کیسے؟ یہ تم سمجھا دو (کلہاڑی ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے اسے بلند کر کے کہا) ادھر ہمارا مغربی پاکستان ہوگا اُدھر مشرقی پاکستان۔ درمیان میں ہزاروں میل پر مشتمل ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔ ہندو کون ہندو، مکّار ہندو، عیّار ہندو جو برسو ہماری غلامی میں رہے وہ تم سے اس غلامی کا انتقام لیں گے، تمہیں طرح طرح سے تنگ کریں گے۔ کبھی تمہارے دریاؤں کا پانی بند کر دیا جائے گا۔ کبھی تمہاری سرحدوں پر فوج کھڑی کر دی جائے گی اور تمہاری حالت یہ ہوگی کہ بوقتِ ضرورت مشرقی پاکستان والے مغربی پاکستان کی مدد نہ کر سکیں گے اور مغربی پاکستان والے مشرقی پاکستان کی مدد نہ کر سکیں گے۔ جناح سے کہو کہ وہ مجھے یہ بات سمجھا دے کہ یہ ملک کیسے قائم رہے گا۔ بس ایک بار مجھے سمجھا دو پھر تم گھر بیٹھ جانا میں اور میرے سارے رضا کار تمہارے ساتھ مل کر تمہاری اس تحریک کو کامیاب بنا دیں گے۔ لیکن تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔ ہم پاکستان کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم پاکستان بنانے والوں پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ پاکستان میں کیا ہوگا۔ چند خاندانوں کی حکومت ہوگی۔ وہ خاندان جو ٹوڈی خاندان کہلاتے ہیں۔ جاگیر دار اور سرمایہ دار خاندان جن کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے غریب دن بدن غریب تر ہوتے جائیں گے اور امیر، امیر سے امیر تر۔ یہی چند خاندان اپنے سرمائے کے بل بوتے پر پورے ملک پر حکومت کریں گے اور غریبوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اسلام ایک مسافر کی طرح ہوگا نہ جس کی کوئی منزل نہ ٹھکانہ۔

شاہ جی کی یہ تقریر صبح تک جاری رہی۔ نمازِ فجر کی آذان کے ساتھ جلسے کے اختتام کا اعلان ہوا۔ شاہ جی کی قیامِ پاکستان سے پہلے دہلی میں یہ آخری تقریر تھی جو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ (جاری ہے)

احرار ورکرز کنونشن

17 مارچ 2012 | ہفتہ | صبح ۱۰ بجے تا رات ۱۰ بجے

احرار ختمِ نبوّۃ کانفرنس

ناظم اجتماع: میاں محمد اویس

18 مارچ 2012

اتوار

بعد نمازِ مغرب

مقام دفترمجلس احرار اسلام 69-سی، حسین سٹریٹ وحدت روڈ
نیومسلم ٹاؤن۔ لاہور

0300- 4240910
042- 35912644
35914565

حارث ون

HARIS
1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر

Dawlance

نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان

061 -4573511
0333-6126856